بسلسلہ پچاس سالہ تقریبات آزادی پاکستان

مولانا مفتی عبدالغنی صاحب (بنوں)

سلسلہ نمبر 3

جنگ آزادی میں علماء حق کا کردار

برصغیر اس وقت پاکستان ، بھارت ، بنگلہ دیش ، نیپال اور بھوٹان پانچ ملکوں میں بٹا ہوا ہے ۔ نیپال اور بھوٹان کی ہندوریاستیں ۱۹۴۷ء سے پہلے بھی ہندوستان سے الگ تھیں ۔ انہیں داخلی خودمختاری حاصل تھی اور خارجی امور میں یہ انگریزوں کے ماتحت تھیں ، باقی برصغیر جو ہندوستان یا انڈیا کہلاتا تھا براہ راست تاج برطانیہ کے ماتحت تھا ۔ برصغیر بلکہ تمام دنیا پر سات سو سال تک اسلامی اقتدار کا پرچم لہرارہا تھا اور یورپ کی منحوس طاغوتی قومیں اس کے سامنے مغلوب اور مرعوب تھیں بلکہ یورپ کا وجود مسلمانوں کی رحم وکرم پر تھا ۔ اس کے بالکل برعکس آج دنیا بھر کے مسلمان مرعوب ومغلوب اور یورپ کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہوئے ہیں اور یورپ کا سفید دیو اسلامی ممالک کے گوشت پوست میں اپنے ٹیڑے ناخن گڑوئے ہوئے ہے ۔

ایک عرصہ تک تو ترکوں کی تلوار یورپ کے سیلاب کی ناکہ بندی کرتی رہی مگر مثل مشہور ہے کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہوتی ہے ۔ اب یورپ کو فراہمی دولت نیز جدید سائنس کے تجربات کے نتائج کیلئے تجارتی منڈیوں کی ضرورت تھی ۔ قرب وجوار کے ممالک پر ترکی کی عظمت اور جلال کا پرچم لہرا رہا تھا ۔ انہوں نے ہندوستان جیسے دوردراز ممالک کیلئے خشکی کے راستے بند کردئیے تھے اور اس صورت سے تجارتی سلسلوں پر اسلامی ممالک ہی قابو پاگئے تھے ، تب اہل یورپ نے ان ممالک کے بحری راستے تلاش کرنے کیلئے سمندروں میں گھوڑے دوڑائے ۔ خوش قسمتی سے ان کو اولاً امریکہ کا راستہ مل گیا اور ۱۴۹۸ء میں اولاً " واسکوڈاگاما " مشہور پرتگیز کپتان چندساتھیوں کے ہمراہ ہندوستان کے مغربی ساحل کالی کٹ کی بندرگاہ پر آپہنچا ۔ اس کے بعد یورپ کے یاجوج ماجوج ہندوستان میں آنے شروع ہوئے ۔

برصغیر میں فرنگی سامراج تاریخ کے آئینے میں :-

ویسے تو ہندوستان پہلے سے بھی مختلف الخیال قوموں کا مسکن تھا ۔ یہاں مسلمان ، ہندو، سکھ،

بدھ مت، مرہٹی وغیرہ آباد تھے۔ اب یورپ کی چار بڑی بڑی قومیں مثلاً پرتگیز، ولندیز (نیدرلینڈ ہالینڈ یورپ کا ایک ملک ہے) انگریز اور فرانسیسی بھی آگئیں۔ نتیجتاً اس کی آبادی ایسے متعدد اجزاء کی بنی جن کے درمیان باہمی طور پر کوئی ربط و تعلق نہیں تھا۔ کسی ایسے مخلوط معاشرے کی صورت ترکیبی کی بے ثباتی اور اس کے غیر معقول امتزاج کی ناپائیداری جس قدر قطعی اور یقینی ہوتی ہے ان مختلف الاغراض اقوام مشرق و مغرب کی اس مصنوعی اجتماعیت کا دھماکہ خیز تشتت اسی قدر بلکہ اس سے بھی زیادہ حتمی اور وجوبی تھا۔ اس کے بعد تجارت کے میدان میں مزاحمت کا سلسلہ شروع ہوا اور پھر سیاسی برتری حاصل کرنے کیلئے جنگ کی تیاریاں ہونے لگیں۔ سب سے پہلے پرتگیزیوں اور ولندیزیوں نے ایک دوسرے کو مٹانے کی کوشش کی پرتگریزی ہندوستان کے کئی شہروں مثلاً کوچین، زنجبار، موزبیق، وکناٹور، سقوطرہ، ہرلونا، کولمبو، بمبئی اور لسبین کے جزیروں دکن اور ستارا میں اپنی بلندو بالا کوٹھیاں بناچکے تھے اس کے علاوہ ہندوستان کے جنوبی سمندروں پر بھی ان کی اجارہ داری قائم ہوچکی تھی، ان کی زیادہ سودمند اور نفع بخش تجارت ریاست "وجے نگر" کے ساتھ تھی۔ ۱۵۶۵ء میں جب مغل بادشاہ اکبراعظم نے وجے نگر پر قبضہ کرلیا تو ان کی تجارت کو سخت نقصان پہنچا۔ ان کے حریف ولندیزیوں نے ان کو بحرھند سے بھی نکال دیا اس طرح سے ہندوستانی تجارت اور متوقع سلطنت پرتگیزیوں کے ہاتھ سے نکل گئی۔ ولندیزی دراصل ہندوستان میں گرم مصالحہ پیداکرنے والے جزائر پر قبضہ کرنا چاہتے تھے جس کی یورپ میں بڑی مانگ تھی۔ ان کی تجارتی کوٹھیاں دریائے ہگلی کے کنارے چنسرا کے مقام پر تھیں۔ سترھویں صدی عیسوی میں ان کی تجارت زوروں پر تھی مگر وہ انگریزوں کا قبضہ ہوجانے کے بعد ولندیزیوں کی تجارت ہندوستان سے ختم ہوگئی۔ وہاں صرف گوا کا علاقہ ان کے پاس رہ گیا جو تقسیم ہند کے کچھ مدت بعد تجارت میں ضم کرلیا گیا۔ اب میدان میں انگریز فرانسیسی اور چند ایک غیور اور خوددار مسلمان مقامی رہ گئے جن کو مٹایا تو جاسکتا ہے مگر جھکایا نہیں جاسکتا تھا۔ برطانیہ اور فرانس جیسی عالمی طاقتیں انگریزوں اور فرانسیسیوں کی پشت پناہی کررہے تھے۔ ہر ایک کو ہندوستان کے بلاشرکت غیر اقتدار تک پہنچنے کیلئے اپنے مغربی حریف اور ملی دعویداروں کو زیر کرنا ضروری تھا۔

۱۷۴۴ء میں یورپ میں اسٹریا کی تحت نشینی کی جنگ شروع ہوئی تو ہندوستان میں بھی انگریز اور فرانسیسی ایک دوسرے سے الجھ پڑے۔ یہ جنگ تاریخ میں کرناٹک کی پہلی جنگ کے نام سے مشہور ہے۔ ۱۷۴۸ء میں جب یورپ میں جنگ بندی ہوئی تو ہندوستان میں بھی جنگ بندی کردی گئی، اور معاہدہ اکس لاشیپل کے تحت فریقین نے ایک دوسرے کے قبضہ شدہ علاقے واپس کردیئے۔

میدان جنگ میں براہ راست آنے کی بجائے دونوں غیر ملکی گروہوں نے مقامی حکمرانوں کے باہمی نزاع کی آڑ میں ایک دوسرے پر بالواسطہ حملے کرنے کی کوشش کر رہے تھے بایں کہ جہاں خود انہی کے درمیان زور آزمائی ہوتی رہے، وہاں دونوں کا مشترکہ دشمن ریاستوں کی طاقت بھی صرف ہوتی رہیں۔ چنانچہ کرناٹک کی دوسری لڑائی اسی مصلحت اندیشی کی عملی صورت تھی، جو ۱۷۵۵ء کے اس زبانی معاہدے پر ختم ہوئی۔ کہ آئندہ کیلئے دونوں کمپنیاں برصغیر کے داخلی معاہدات میں دخل اندازہ نہیں کرینگی۔ انگریز اور فرانسیسی ان تمام علاقوں سے بھی دستبردار ہوگئے جو اس جنگ میں ان کے ہاتھوں لگ گئے تھے اس معاہدہ کا فائدہ انگریزوں کو ہوا۔ بقول ڈوپلے۔ ہندوستان میں فرانسیسی مقبوضات کے گورنر جو اسی جنگ کے دوران فرانس بلا گئے تھے اور اس کی جگہ کو ڈہوکونیا، کونیا گورنر نامزد کیا گیا۔ فرانسیسیوں نے جو کچھ اس وقت تک حاصل کیا تھا گورنر صاحب نے ان سب پر پانی پھیر دیا اور ملک وقوم کی تباہی اور توہین کے معاہدے پر دستخط کئے۔

۱۷۵۶ء یورپ میں ہفت سالہ جنگ شروع ہوگئی جس میں انگریز اور فرانس ایک دوسرے کے حریف تھے۔ چنانچہ ہندوستان میں بھی ان کے درمیان لڑائی چھڑ گئی۔ جو کرناٹک کی تیسری لڑائی کہلاتی ہے۔ ۱۷۶۳ء میں معاہدہ پیرس کی رو سے جب یورپ میں جنگ بندی ہوئی تو ہندوستان میں بھی جنگ بندی کرائی گئی۔ فرانسیسیوں کو ان کے چھینے ہوئے علاقے دوبارہ مل گئے۔ لیکن انگریزوں نے ان پر پابندی لگائی کہ آئندہ وہ کبھی قلعہ بند نہیں ہونگے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ فرانسیسی پھر کبھی نہ ابھر سکے اور انگریز رفتہ رفتہ تمام ہندوستان پر چھاگئے۔ کرناٹک کی تیسری لڑائی اس حقیقت کا بین ثبوت ہے کہ انگریزی اور فرانسیسی تجارتی کمپنیاں فقط تجارتی کمپنیاں نہیں بلکہ برطانیہ اور فرانس کے ناپاک استعماری عزائم کی تکمیل کے وہ ذیلی ادارے تھے جن کے ذریعے وہ دونوں حکومتیں ہندوستان کو اپنی نوآبادیاتی بنانے کی فکر میں تھیں یہی وجہ تھی کہ وہاں کی سیاسی حالات سے کمپنیاں بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہی تھیں۔

برصغیر اور جزائر عرب کیلئے ایسٹ انڈیا ٹریڈ کمپنی کا تاریخی پس منظر:۔

جب ملکہ الزبتھ برطانیہ کی حکمران بنی تو اس کے دور اقتدار میں مختلف تجارتی کمپنیاں قائم ہوئیں۔ جن میں سے ایسٹ انڈیا ٹریڈ کمپنی کو اپنے دور رس اثرات کی بدولت سب سے زیادہ شہرت حاصل ہوگئی۔ یہ کمپنی ۱۶۰۰ء میں جزائر عرب اور ہندوستان سے تجارت کرنے کی غرض سے قائم کی گئی۔ دس پندرہ برس تک اس کمپنی کے تاجر ہندوستان میں اپنے قدم نہ جما سکے۔ ۱۶۱۵ء میں

سرٹامس نامی ایک انگریز مغل فرمانروا جہانگیر کے دربار میں انگلستان کی طرف سے سفیر بن کر آیا۔ اس نے تین سال سرتوڑ کوشش کے بعد کمپنی کیلئے باقاعدہ تجارتی حقوق حاصل کئے۔ ۱۶۳۹ء میں انگریزوں نے چند نگری کے راجہ سے کچھ زمین مول لے کر مدراس شہر کی بنیاد ڈالی۔ اور وہاں لیسنٹ جارج نامی ایک قلعہ تعمیر کروایا۔ یہ قلعہ سرزمین ہندوستان میں انگریز کی سب سے پہلی ملکیت تھی۔ اس کے بعد ۱۶۹۰ء میں انہوں نے دریائے ہیگل کے کنارے کلکتہ شہر کی بنیاد ڈالی اور اس جگہ اپنے بادشاہ کے نام پر فورٹ ولیم نامی ایک قلعہ بنوایا اس طرح ایسٹ انڈیا کمپنی کے وہ لوگ جو تجارت کی غرض سے ہندوستان آتے تھے اور مغل فرمانروا جھانگیر نے انہیں غیر ملکی مہمان سمجھ کر مراعات دی تھیں۔ وہ تاجر نما لٹیرے اب ان سے ناجائز فائدہ اٹھاکر برصغیر کو برطانوی سامراج کے چنگل میں جکڑھنے کے ناپاک منصوبہ باندھنے لگے۔ انگریزوں کی آمد اور ایسٹ انڈیا ٹریڈ کمپنی کے قیام کے بعد ولندیزیوں (اہل ہالینڈ) نے بھی ہندوستان سے تجارت کرنے کی غرض سے ۱۶۰۶ء میں ایک تجارتی کمپنی قائم کی۔ یورپ کے دوسرے اقوام کی طرح فرانسیسیوں نے بھی فرنچ ایسٹ انڈیا کمپنی قائم کی۔ اس کے بعد انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان کشمکش شروع ہوگئی، بالآخر فرانسیسیوں کو مغلوب کیا گیا۔ فرانسیسیوں کو مغلوب کرنے کے بعد اب صرف اور صرف چند مسلمان ریاستیں باقی تھیں تو انگریزی استعمار کی راہ میں حائل تھیں۔ ۱۷۵۶ء میں نواب سراج الدولہ مرشد آباد میں جو ان دنوں صوبہ بنگالا کا صدر مقام تھا تحت نشین ہوا۔ اس وقت انگریز کلکتہ میں اپنے مشکوک فورٹ ولیم کو مضبوط کررہے تھے۔ نواب صاحب کو ان کی سرگرمیاں مشکوک نظر آئیں۔ اس نے انگریزوں کو قابل اعتراض حرکات سے باز آنے کی تلقین کی مگر وہ اس کی باتوں پر بالکل متوجہ نہ ہوئے۔ نواب کو ان کی مغروریت پر طیش آیا اور ایک زور دار حملہ کرکے کلکتہ شہر کو اپنے قبضہ میں لے لیا اس کی خبر مدراس پہنچ گئی، تو "ابٹر کلائیٹو" جو اس وقت ایسٹ انڈیا کمپنی کا اعلیٰ افسر تھا۔ بالاتاخیر اپنی فوج لے کر کلکتہ پر حملہ آواز ہوا اور جلد ہی نواب سراج الدولہ کے آدمیوں کو نکالنے کے بعد فورٹ ولیم پر قابض ہوگیا۔ نواب نے اس وقت کی نزاکت کے پیش نظر انگریزوں سے صلح کرلی اور کمپنی کے تمام حقوق واپس لوٹا دیئے۔

نواب صاحب کی یہ کاروائی نہ صرف کمپنی کی استعماری اور استحصالی طبیعت کی تیزی اور حدت کو کند کررہی تھی بلکہ برصغیر میں اس کے وجود تک کیلئے ایک عظیم چیلنج کی حیثیت رکھتی تھی۔ اب انگریز ملکہ الزبتھ کی حکمت عملی کو بروئے کار لانے لگے۔ انہوں نے ریاست بنگالا کی چند ذمہ

دار اور نواب کی معتمد شخصیتوں کو خریدنے کی کوشش کی اور بالآخر کامیاب ہوگئے۔ کلائیو تین ہزار سپاہ لے کر کلکتہ سے ستر میل کے فاصلے پر پلاسی کے میدان میں پہنچا۔ اپنوں اور بیگانوں کی خطرناک سازش سے بے خبر نواب پہلے ہی سے وہاں خیمہ زن تھا۔ ۲۳ جون ۱۷۵۷ء کو انگریزوں اور نواب کے درمیان پلاسی کی وہ مشہور جنگ ہوئی جس کا شمار برصغیر کی اہم ترین جنگوں میں ہوتا ہے۔ نواب سراج الدولہ اور اس کی جماعت نے ڈٹ کر مقابلہ کیا مگر میر جعفر بنگالی فوج کے سپہ سالا اور اس کی زیر کمان فوج کی عین موقع پر علیحدگی ان کی شکست پر منتج ہوئی۔ میر جعفر کے بیٹے میرن نے نواب کو قتل کیا، اس طرح سے بنگالا اور سرسبز شاداب علاقہ انگریزوں کی عملداری میں چلاگیا۔ اس جنگ کے بعد انگریز مورخ برک ایڈمنز "قانون تہذیب" میں لکھتا ہے:

(۱) جنگ پلاسی کے بعد بنگالا کا مال غنیمت لندن میں آنا شروع ہوگیا اور اس کا نتیجہ بھی بہت جلد رونما ہوگیا۔ اتنا بڑا صنعتی انقلاب جس کے اثرات آج دنیا کے گوشے گوشے میں نمایاں ہیں۔ شاید وجود ہی میں نہ آتا۔ اگر پلاسی کی لڑائی نہ ہوتی، کیونکہ ہندوستان کا خزانہ اس کا محرک اور ممدومعاون ہوا۔

(۲) جب ہندوستان کا خزانہ انگلستان پر امڈنا شروع ہوا اور سرمایہ میں اضافہ ہوا تو ایجادات کی تحریک میں بہت جلد ایک روح پیدا ہوگئی۔

(۳) جب سے دنیا وجود میں آئی ہے، شاید روپے سے اتنا منافع حاصل نہیں ہوا جتنا ہندوستان کے مال غنیمت سے ہوا۔ پچاس برس تک انگلستان کا کوئی مدمقابل نہ تھا۔

سر ولیم ڈگبی لکھتا ہے: پلاسی کی لڑائی سے پہلے جب تک ہندوستان کے خزانے ڈھل ڈھل کر انگلستان نہیں آتے تھے ہمارے ملک کا ستارہ عروج پر نہیں تھا۔

بقول محمود بنگلوری: یہ حقیقت ہے کہ انگلستان کی صنعتی ترقی بنگال کی بے شمار مال ودولت اور کرناٹک کے خزانوں کی بدولت ہوئی۔ ۱۷۷۳ء میں کمپنی کے سربراہ نے کرنل چمپن کے زیر قیادت فوج کا ایک دستہ روہیلکھنڈ کی جانب روانہ کیا اور روہیلکھنڈ اودھ کے شمال مغرب میں روہیلے افغانوں کا ایک زرخیز علاقہ تھا۔ یہاں کے نیک سیرت اور خوددار سردار حافظ رحمت خان کا زور توڑنے کیلئے انگریزوں نے شجاع الدولہ نواب اودھ کی خدمات حاصل کرلیں۔ انگریزوں اور نواب کی مشترکہ فوجوں نے روہیلکھنڈ پر حملہ کیا۔ حافظ رحمت خان اور اس کے ساتھیوں نے اس جابرانہ حملے کو روکنے کی بہت کوشش کی مگر بے سود اور نہایت ہی پامردی اور استقلال کے ساتھ

شہید ہوئے۔ ۱۷۹۸ء میں برطانوی حکومت نے برصغیر کے اندر انگریزوں کی طاقت کا لوہا منوانے کیلئے "ولزلی" کو انگریزی مقبوضات کا گورنر جنرل مقرر کیا، اس نے سامراجی حکومت کی گرفت مضبوط کرنے کیلئے سب سڈی ایری سسٹم کے نام سے ایک اسکیم تیار کی۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ ہندوستان کے تمام ریاستوں کے فرمانروا ایسٹ انڈیا کمپنی کو اپنا حاکم اعلیٰ تسلیم کرلے اور کسی ریاست کا کوئی سربراہ کمپنی کی اجازت کے بغیر صلح یا جنگ کا کوئی معاہدہ نہ کرے۔ نیز تمام ریاستی حکمرانوں کیلئے اپنے دربار میں انگریزی کمپنی کی فوج کا ایک دستہ رکھنا لازمی ہوگا جن کے تمام اخراجات بھی ریاستیں خود ہی برداشت کریں گی۔ سب سے پہلے حیدرآباد دکن کے نواب نظام نے انگریز کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کیا اور اسکے بعد بہت سے والیان ریاست نے گورنر ولزلی کی مجوزہ سکیم قبول کی۔

جنوبی ہند کی ایک ریاست میسور کے فرمانروا سلطان ٹیپو نے ریاستی خودمختاری کی بنیاد سے خود ہی دستبرداری کی۔ اس تجویز کو ٹھکراتے ہوئے واشگاف الفاظ میں کہا کہ میں تمھاری ذلت آمیز شرائط کو قبول کر کے برطانوی سامراجیت کی غلامی کی طوق اپنے گلے میں ہرگز نہیں ڈال سکتا۔

گورنر ولزلی یہ سن کر اسکے تن بدن کو آگ لگ گئی اور نہایت سرعت کے ساتھ سلطان ٹیپو کے خلاف جنگ کی تیاریاں شروع کیں۔ ہندوستانی ریاستوں کے حکمران اس باضمیر، غیور انسان کی مدد کرنے کی بجائے برطانوی سامراج کے جھنڈے تلے جمع ہوگئے اور اس شیردل مجاہد عظیم پر حملے کرنے کی فکر کرنے لگے۔ حیدرآباد دکن کے حکمران نظام کے دست راست میر صادق نے نہایت ہی قابل مذمت کردار ادا کیا۔

میسور پر حملہ کرنے کیلئے انگریزی سامراج نے دوطرف سے پروگرام بنایا۔ پہلی فوج مدوراس سے جنرل ہیرس کے ماتحت اور دوسری فوج بمبئی سے جنرل سٹورٹ کی قیادت میں روانہ ہوئی۔ نظام دکن نے بھی اپنی فوج ولزلی کے بھائی آرتھر ولزلی کی زیر کمان بھیج دی۔ سلطان ٹیپو نے پہلے سداسیر کے مقام پر بمبئی والی فوج کا مقابلہ کیا لیکن کامیابی نہ ہوسکی۔ پھر ملاولی کے قریب مدراس کی فوج سے اس کی جھڑپ ہوئی مگر وہاں بھی قسمت نے ساتھ نہ دیا۔ دودفعہ ناکامی کے بعد قلعہ میں محصور ہوکر رہنا پڑا۔ اس نے سلطان ترکی کے پاس اپنا ایلچی بھیجا، مگر سلطان ترکی نے سلطان ٹیپو کا پیغام کانوں سے تو سنا مگر دل ودماغ میں اسے کوئی جگہ نہ دی۔ ہر جانب سے مایوس ہوکر حیدرآباد دکن کے نظام کی غیرت کو جھنجھوڑا اور اس کو اس کی ملی ذمہ داریوں کا احساس دلانا چاہا اور کہا کہ

کتنی افسوس کی بات ہے کہ آپ غیر ملکی سامراجیوں سے مل کر مجھے پامال کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ جب کہ میں نے اس وقت مادر وطن کی سرزمین کو ان کے منحوس قدموں سے پاک کرنے کیلئے سردھڑکی بازی لگارکھی ہے۔ مئی ۱۷۹۹ء کو نظام دکن کی فوج مہاراشٹر کی مرہٹہ فوج اور ایسٹ انڈیا کمپنی کی سامراجی فوج نے قلعہ سرنگاپٹم پر دھاوابول دیا۔ لڑائی کے دوران سلطان ٹیپو کے وفادارساتھیوں نے انکو دوسرے قلعہ میں تشریف لے جانے کا مشورہ دیا کیونکہ وہ جگہ بالکل محفوظ تھی۔ مگر اس نے مخاطب ہوکر کہا: میرے عزیزوں اور میرے اہل وعیال کی جائیں تم جیسے سرفروش ساتھیوں سے جدا ہوکر کیوں مریں۔ سلطان اور اسکے جانباز ساتھی ایک ایک ہوکر شہید ہوئے اور غیر ملکی دشمنوں سے بڑھ کر ہم وطن بدخواہوں نے اسکی تباہی پر خوشی کا اظہار کیا۔ انگریز مورخ "اینی بسنت" لکھتی ہے: کمپنی والوں کی جنگ سپاھیوں کی جنگ نہ تھی بلکہ تاجروں کی جنگ تھی۔ ہندوستان کو انگلستان نے اپنی تلوار سے فتح نہیں کیا تھا بلکہ خود ہندوستانیوں کی تلوار سے اور رشوت وسازش، نفاق اور حددرجہ کی دورخی پالیسی پر عمل کرکے اور ایک جماعت کو دوسری جماعت سے لڑاکر یہ ملک حاصل ہوا۔

برصغیر میں فرنگی سامراج کے مظالم:-

فرنگی سامراج نے برصغیر کے لوگوں کے ساتھ وہ مظالم عمل میں لائے جن کو جانوروں کیساتھ بھی کوئی انسان گوارا نہیں کرتا۔ عام لوگوں کی توہین وتذلیل، قتل وغارت، بربادی وہلاکت میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا گیا۔ بیرون ہند ہندوستانیوں کو وحشی، نیم تعلیم یافتہ، جاہل، غیر مہذب وغیرہ مشہور رکھا گیا۔ ان کو غیر قابل حکومت، ناسمجھ، نالائق بتلاکر ناقابل آزادی بتلایا گیا۔ ان کو مذہبی دیوانے، کنگال، لڑاکو دکھلایا گیا۔ ساؤتھ افریقہ، امریکہ، کینڈا، اسٹریلیا، کینیا، مارشیش، نیوزی لینڈ اور دیگر ممالک یوروپیہ میں ہندوستانیوں کو حقوق شہریت سے ممنوع کرایا گیا۔ اس قسم کی بے شمار توہین وتذلیل کی ایسی کاروائیاں ہمیشہ عمل میں لائی گئیں، جن کو معمولی غیرت اور شرافت والا انسان بھی برداشت نہیں کرسکتا تھا اور جن سے ہر شریف النفس انسان کے دل زخموں سے چورچور ہوگئے تھے۔ (فرنگی سامراج کے مظالم خودانگریز کی زبانی سنیں)۔

مورخ "کئی" نے اپنی کتاب میں یہ بات لکھی ہے، کہ ایک مقام پر چھ ہزار ہندوستانیوں کا قتل عام ہوا۔ تنہا الہ آباد کے علاقہ میں میں نے اتنے ہندوستانیوں کو مرواڈالا جتنے انگریز مرد و عورت اور بچے بوڑھے ہندوستان بھرمیں ۱۸۵۷ء تا ۱۸۵۸ء کے سارے ہنگاموں میں انقلابیوں کے ہاتھ سے انقلاب کی وجہ سے نہیں مرے۔ (جاری ہے)

ایگل

ایک عالمگیر قلم

خوشنما
رواں اور
دیرپا۔
اسٹیل
کے
سفید
اریڈیم ٹپڈ
نب کے
ساتھ

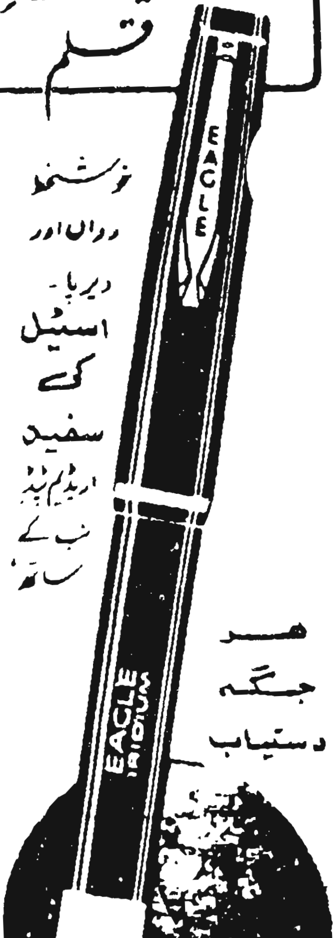

ھر
جگہ
دستیاب

آزاد فرینڈز
اینڈ کمپنی لمیٹڈ

دِلکش
دِلنشین
دِلفریب

حسین کے پارچہ جات

مردوں عورتوں کے ملبوسات کیلئے
موزوں، حسین کے پارچہ جات
شہر کی ہر بڑی دکان پر
دستیاب ہیں۔

حسین کے خوبصورت پارچہ جات
نہ صرف آنکھوں کو بھلے لگتے ہیں
بلکہ آپ کی شخصیت کو بھی
نکھارتے ہیں۔

FABRICS

خوش پوشی کے پیش رو

حسین ٹیکسٹائل ملز — حسین انڈسٹریز لمیٹڈ کراچی
کا ایک ڈویژن

قومی خدمت ایک عبادت ہے

اور

سروس انڈسٹریز اپنی صنعتی پیداوار کے ذریعے
سال ہا سال سے اس خدمت میں مصروف ہے

Servis

قدم قدم حسین قدم قدم آگے آگے